مقالات

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی ☆

افواہیں اور ان کے اثرات

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی برائیاں اور بداخلاقیاں ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسااوقات اِس کے منفی اثرات معاشرہ اور مملکت دونوں کے لئے خطرناک ہوتے ہیں اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطہ نگاہ سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں فتنہ وفساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے۔ اس لئے کہ افواہیں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان بلاکسی سبب کے نہ صرف نفرت وحقارت پیدا کرتی ہیں بلکہ بسااوقات بلاوجہ کی لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی اَفواہیں نہ پھیلائیں بلکہ افواہیں پھیلانے والوں پر بھی کڑی نظر رکھیں اور انہیں بھی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دنیوی اعتبار سے جرم ہیں بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں بھی اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، اُمت ِمسلمہ کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا کسی طبقہ کے خلاف، ہر حالت میں قابل مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لئے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

افواہ سازی...... منافقانہ طرزِ عمل

عہد ِنبویؐ میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت ِاسلامیہ کے خیر خواہ تھے نہ ہی مملکت ِاسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملت ِاسلامیہ پر بھرپور وار کریں خصوصاً اُن حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو اُن کی تخریبی سرگرمیاں مزید تیز ہوجاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف وہراس پھیلانے کے لئے افواہیں پھیلایا

☆ ڈائریکٹر شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد

کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لئے اور غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کی خاطر بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے۔ قرآنِ کریم نے اس کا سدِباب کرنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر (افواہ) پہنچے تو اسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلایا جائے بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور افواہوں کے بارے میں اربابِ حل وعقد کو آگاہ کرنا چاہئے تاکہ وہ اس کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورتِ حال سے ملت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور اُمت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی اور اگر معاشرہ میں محض بے چینی یا فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے افواہ پھیلائی گئی ہے تو بھی حکومت اور اس کے خفیہ ادارے افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کریں گے اور افواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لئے تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

"اور جب ان کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ اس کو رسول ﷺ اور اپنے اولوالامر کے پاس پہنچادیں تو وہ بات ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچ جائیں اور صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے" (النساء: ۴/۸۳)

اس آیتِ مبارکہ میں افواہیں پھیلانے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ کوئی افواہ سنیں تو اربابِ حل وعقد کو اس سے آگاہ کریں۔ خود اس افواہ کو بیان کرکے نہ پھیلائیں۔ بلاوجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کرکے اس جرم میں شریک نہ ہوں جو کہ بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا فرد افواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑا سنہری اُصول بیان فرمایا ہے جو ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک دستوری ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے:

"كفىٰ بالمرء إثما أن يحدث بكل ما سمع" (سنن ابوداود: ج۲/ ص ۲۰۳)

"گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انسان سنی سنائی بات بیان کرنے لگے"

قرآن حکیم اصلاحِ معاشرہ کے لئے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرہ کے پرامن اور پرسکون ماحول کو بگاڑتی ہوں۔ سورۃ الاسراء کی اس آیتِ مبارکہ کو غور

سے پڑھیے، جو نہ صرف یہ کہ بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کر رہی ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (سورہ الاسراء ۱۷:۳۶)

"جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اسکے پیچھے نہ پڑو، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہو گی"

یعنی جس چیز کے بارے میں تمہیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور افواہیں سب ایک ہی قبیل کی برائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرہ کو ان برائیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور حسن ظن پر ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے جو محض افواہ پر مبنی ہو اور نہ بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے۔ جس سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقہ کی عزت و شہرت کو نقصان پہنچتا ہو، یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۃ الحجرات میں امتِ مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لئے ایک جامع ضابطہ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ان تمام برائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہوتے اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، طعن و تشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔ یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحتاً گناہ ہیں اور معاشرہ میں بگاڑ اور فساد پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کو نام بنام ذکر کر کے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں سورۃ الحجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات ۴۹:۶)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے"

اس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابل اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق و تصدیق اسے مِن و عَن نہیں ماننا چاہیے بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ اس خبر میں واقعی کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی ردّ عمل کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا نتیجہ سوائے رسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہو گا۔

مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلہ نے مرکز کے خلاف بغاوت کردی ہے اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا ہے۔ لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ قبیلہ کے کسی فرد نے بھی زکوۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا، نہ ہی مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ دراصل قبیلہ بنو مصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات دے کر اور اسے پھیلا کر مرکز کو اس قبیلہ کے خلاف کارروائی پر اُبھارنے کی کوشش کی تھی۔ اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے بنو مصطلق کے خلاف کاروائی کا ارادہ موقوف کردیا۔ قرآنِ حکیم نے اس موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی کوئی خبر یا اطلاع جب بھی ملے تو اربابِ حل و عقد کو چاہئے کہ اس کی خوب تحقیق کر لیا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہو کر یا جذبات میں آکر کسی بے گناہ طبقہ کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں منافقین اور یہودی افواہیں پھیلانے اور اُمت مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ عبداللہ بن اُبی نے اَنصار و مہاجرین کے درمیان اِختلاف پیدا کرنے کے لئے علاقائی تعصب بھی اُبھارنے کی کوشش کی۔ اَنصار و مہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات اور اسلامی اُخوت و محبت نے مدینہ منورہ میں جو وحدت پیدا کردی تھی، اس میں عبداللہ بن اُبی کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ باہمی نفرت پیدا کر کے اپنی قیادت کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر عبداللہ بن اُبی نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں یہ دھمکی آمیز الفاظ کہے تھے

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنافقون: ۸/۶۳)

"اگر ہم مدینہ لوٹ جائیں تو وہاں سے عزت والے لوگ بے حیثیت لوگوں کو نکال باہر کرینگے۔"

رسول اُللہ ﷺ اِن منافقین کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور اِن کی تمام تخریبی حرکات کو اپنی حکمتِ عملی اور بصیرت سے غیر مؤثر بناتے رہتے تھے۔ منافقین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس آتے اور سرگوشی کے انداز میں باتیں کرتے، ان سرگوشیوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ عام لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے رسول اللہ ﷺ سے خصوصی اور قریبی تعلقات ہیں۔ یہ تاثر پیدا کر کے وہ جو بات رسول اکرم ﷺ کی طرف سے منسوب کر کے پھیلائیں گے، عام لوگ اسے مان لیں گے۔ اسی طرح عام جگہوں پر کھڑے ہو کر یہ لوگ سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ کوئی خاص بات ہے جس کا صرف اُن لوگوں کو علم ہے یا شاید کوئی

راز کی بات ہے جو اُنہیں معلوم ہوئی ہے۔ اس طرح ذہنی اور نفسیاتی طور پر راہ ہموار کی جاتی تھی تاکہ جب کوئی افواہ پھیلائی جائے تو لوگ اس پر یقین کرلیں۔ یہ لوگ خفیہ اجتماعات بھی کرتے تھے جس کا مقصد اپنی تخریبی سرگرمیوں کا جائزہ لینا اور ان کو عملی شکل دینے کی تدابیر کرنا ہوتا تھا۔ قرآنِ حکیم نے منافقین کے خفیہ اجتماعات کے تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گناہ کے کاموں، ظلم وزیادتی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے لئے اس قسم کے اجلاس کرتے تھے۔ منافقین کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے قرآنِ حکیم نے منافقین پر سرگوشیاں کرنے اور راز داری کے انداز میں گفتگو کرنے پر پابندی لگادی تاکہ یہ لوگ عام لوگوں میں کوئی غلط تاثر پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں:

﴿اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ﴾

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اُن لوگوں کو جنہیں سرگوشیاں کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، پھر بھی وہی حرکت کئے جاتے ہیں جس سے منع کیا گیا تھا۔ یہ لوگ چھپ چھپ کر گناہ، ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں" (سورۃ المجادلہ:۸/۵۸)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سرگوشیاں کرنا یا تنہائی میں ملنا فی نفسہٖ ایک مباح عمل ہے لیکن اس جواز کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے منافقین نے ملتِ اسلامیہ اور مرکز کو نقصان پہنچانے کے لئے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، اس لئے اس مباح عمل پر ہی پابندی لگادی گئی۔ ہاں اگر ان کے اجتماعات اور رازدارانہ باتیں تعمیری مقاصد کے لئے ہوتیں تو یہ عمل مستحسن قرار پاتا۔ تمام تردار ومدار ان لوگوں کے کردار پر ہے جو اس عمل میں مصروف ہوں اور ان حالات پر منحصر ہے جن حالات میں یہ باتیں کی جارہی ہوں۔

افواہیں...... فتنہ وفساد کا سبب

افواہوں اور بے بنیاد خبروں کا ایک اور پہلو سے بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ افواہیں اور بے بنیاد خبریں بسا اوقات مختلف طبقات کے درمیان منافرت پھیلانے کا ذریعہ ہوتی ہیں، باہمی رنجشیں پیدا کرتی ہیں جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑوں کی بھی نوبت آجاتی ہے اور نتیجۃً قتل وغارت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے ان تمام صورتوں کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا ہے۔ دورِ نبویؐ میں یہودیوں اور منافقین کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح ملتِ اسلامیہ میں فتنہ وفساد برپا کریں۔ اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ یہاں تک جسارت کرتے تھے کہ قرآن حکیم کے مشکل مقامات اور آیاتِ متشابہات کی اپنی طرف سے من گھڑت تاویلیں کرتے تاکہ لوگوں کو غلط مفہوم بتاکر دین سے برگشتہ کرسکیں یا کم از کم دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرسکیں:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾

”جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور آیاتِ متشابہات کی (اپنی خواہش کے مطابق) تاویلیں کریں“ (سورۃ آل عمران ۳/۷)

فتنہ پھیلانے کی یہ مذموم کوشش یہودیوں اور منافقین کی جانب سے تھی، جس کی قرآنِ حکیم نے مذمت کی ہے۔ قرآن حکیم فتنہ کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے، اس لئے کہ فتنہ کی تباہ کاریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ تو قوموں کو لے ڈوبتا ہے...... سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾

”اور فتنہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہے“ (سورۃ البقرہ: ۲/۱۹۱)

قرآنِ کریم نے فرعون کے بارے میں بتایا کہ وہ بہت غرور میں مبتلا تھا، اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں میں نسلی امتیاز پیدا کرتا تھا اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان پر حکومت کرتا تھا:

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلاَ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَاءَ هُمْ وَيَسْتَحْيِی نِسَاءَ هُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

”فرعون نے زمین پر بہت سر اُٹھا رکھا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ یقیناً وہ فساد برپا کرنے والوں میں تھا“ (سورۃ القصص ۲۸/۴)

اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کے بھیانک جرائم کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اوپر ہم نے منافقین کی تخریبی حرکتوں کو بیان کیا ہے جس میں افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا بھی شامل ہے۔ سورۃ البقرہ میں منافقین کی ان حرکتوں کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلاَ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لاَّ يَشْعُرُوْنَ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں...... خبردار! یہی لوگ فسادی ہیں مگر اِنہیں شعور نہیں“ (سورۃ البقرہ: ۲/۱۱،۱۲)

فساد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں: ﴿وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

”اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا“ (البقرہ: ۲/۲۰۵)

اَفواہیں پھیلانا...... ایک مذموم حرکت

اَخلاقی نقطۂ نگاہ سے غور کریں تو بھی اَفواہیں پھیلانا بہت گھٹیا اور مذموم حرکت ہے، اس لئے کہ غیبت کرنا، تہمتیں لگانا، جھوٹ بولنا، لوگوں کی کردار کشی کرنا یا لوگوں کی تحقیر و تذلیل کرنا نہ صرف گناہِ کبیرہ ہیں بلکہ وہ برائیاں ہیں جنہیں تمام اَخلاقی نظام غیر اَخلاقی حرکت تصور کر کے ردّ کرتے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ افواہیں پھیلانے میں اِن تمام برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی ضابطہ تو ایسے کردار کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد صداقت، امانت و دیانت، باہمی اخلاص و محبت، اعتماد اور عدل و انصاف پر ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان فطرتاً اچھا ہے، بدگمانی گناہ ہے۔ حدیثِ نبویؐ میں ہے کہ ''اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو، بلاوجہ تجسس اور عیب جوئی بھی جائز نہیں ہے۔''

ہماری ذمہ داریاں

اوپر کی بحث اور گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے افواہیں پھیلانا یا بے بنیاد خبریں شائع کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس قسم کی حرکتوں میں جو لوگ ملوث ہوں گے وہ جرم میں ملوث تصور کئے جائیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ قرآن و سنت میں جہاں اس قسم کی مذموم حرکتوں پر پابندی لگادی گئی ہے وہیں مملکت کے عام اور ذمہ دار شہریوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ بھی افواہوں کی روک تھام میں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، افواہیں پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھیں۔ ان کی پھیلائی ہوئی باتوں کو خود بیان کرکے نہ پھیلائیں اور اگر کوئی ایسی خبر جس کا تعلق ملک و ملت کی سلامتی سے ہے تو فوری طور پر اَربابِ حل و عقد کو مطلع کرکے افواہوں کی روک تھام اور ملک و ملت کی سلامتی کے معاملات میں اُن کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔

افواہوں کی روک تھام میں حکومت کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خاص طور پر نشر و اشاعت کے وہ ادارے جو حکومت کی زیر نگرانی کام کررہے ہیں۔ مثلاً ریڈیو یا ٹیلیویژن وغیرہ۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ ادارے عوام میں اپنا اعتماد پیدا کریں تاکہ لوگ ان اداروں کی مہیا کردہ اطلاعات پر بھروسہ کرسکیں۔ یہ ادارے کردار سازی کا کام کریں، کردار کشی کے لئے استعمال نہ ہوں۔ اِن اداروں پر اعتماد بحال ہونے سے افواہ سازوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

ہماری ملکی اور ملی صحافت پر بھی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات کا طرزِ عمل تو بہت ہی غیر محتاط ہوتا ہے، وہ غیر مصدقہ اور بے بنیاد خبریں شائع کرکے معاشرہ اور مملکت دونوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اخبارات کو چاہئے کہ وہ ایسی خبریں جن کا براہِ راست اثر ملک و ملت پر پڑتا ہو، جن سے ہمارے ملی ادارے متاثر ہوتے ہوں یا افراد کے کردار پر ان کا اثر پڑتا ہو، بلا تحقیق شائع نہ کیا کریں بلکہ اچھی طرح چھان بین کرکے پورا اطمینان کرلینے کے بعد بھی یہ جائزہ لیں کہ کیا اسے شائع کرنا چاہئے یا نہیں؟ انہیں صرف ایسی چیزوں کی اشاعت کرنا چاہئے جن کی اشاعت واقعی ضروری ہو اور ان کی اشاعت سے منفی اثرات معاشرہ میں نہ پیدا ہوتے ہوں۔ اگر ہمارے اخبارات ان آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں ایک ضابطہ اخلاق و عمل طے کرلیں تو یقیناً مثبت اور صحت مند صحافت بھی افواہ سازی کے خلاف اپنا کردار ادا کرسکے گی۔